FINANCIAL LIABILITIES ON THE RICH IN POVERTY AND EMERGENCY: AN ANALYTICAL STUDY IN THE LIGHT OF ISLAMIC TEACHINGS

غربت اور ہنگامی حالات میں اغنیاء کے مالی فرائض: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک تجزیاتی مطالعہ

Hafiz Muhammad Ahmad, Lecturer, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur. muhammadahmad7390@gmail.com, https://orcid.org/0000-0002-2552-1406
Ghulam Haider, Lecturer, Islamic Studies, University of Agriculture, Faisalabad. ghmaghrana@gmail.com, http://orcid.org/0000-0001-6003-3830
Muhammad Yaseen, Assistant Professor, Islamic Studies, National Textile University Faisalabad. yaseen@ntu.edu.pk, https://orcid.org/0000-0002-8909-4079

ABSTRACT
This paper aims to discuss the financial responsibilities of wealthy people in unusual circumstances. Islam is a complete code of life. Economic issues of humanity are resolved by Islamic Shariah. Holy Qur'an and Teachings of Holy Prophet (SAWS) give the solution of poverty. Moreover, Islam guides us what to do in emergency. In this research paper financial duties of the rich are elaborated in the light of Qur'an, Sunnah and the opinions of jurists. Under emergent conditions Islamic government has the right to impose additional taxes on the wealthy class of society. Clear opinion of the jurists is that in emergency edible items can be taken by force to save the lives of the people. In this paper practical solution of poverty is given. The way how to meet the emergency is also addressed in this research work. There is dire need to resolve the financial difficulties of the public. Societies keep on facing emergency situations. Islam has told how to meet it.

KEYWORDS: *Economy, Poverty, Richness, Financial Liabilities, Rich, Emergency.*

اس آرٹیکل کا مقصد غیر معمولی حالات میں مالدار لوگوں کی مالی زمہ داریوں کا بیان ہے۔اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اسلامی شریعت انسانیت کے معاشی مسائل کو حل کرتی ہے۔قرآن مجید اور حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات میں غربت کا حل موجود ہے۔مزید برآں اسلام ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہنگامی حالات میں کیا کرنا ہے۔اس تحقیقی مقالے میں قرآن مجید، سنت اور فقہا کی آراء کی روشنی میں امراء کی مالی زمہ داریاں بیان کی گئی ہیں۔ہنگامی حالات میں اسلامی حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ معاشرے کے مالدار طبقے پر اضافی ٹیکس عائد کردے۔فقہاء کی واضح رائے یہ ہے کہ ہنگامی حالات میں لوگوں کی زندگیاں بچانے کے لیے کھانے پینے کی اشیاء بالجبر بھی لی جا سکتی ہیں۔اس مقالے میں غربت کا عملی حل پیش کیا گیا ہے۔ مضمون میں مزید یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ہنگامی حالات سے کیسے نمٹنا ہے۔اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ عوام الناس کی مالی مشکلات کو حل کیا جائے۔معاشروں میں ہنگامی حالات آتے رہتے ہیں۔اسلام نے یہ بتایا ہے کہ ان سے کیسے نمٹا جائے۔

اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے سے انسان کی صرف آخرت ہی نہیں سنورتی بلکہ وہ دنیا میں بھی خوشحالی کی زندگی گزارتا ہے۔غربت اور بیماری کے مسئلے نے اس وقت پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔عالمی ادارہ صحت کی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ

Approximately 1.2 billion people in the world live in extreme poverty (less than one dollar per day)[1] .

"دنیا میں تقریباً 1.2 ارب لوگ انتہائی غربت کی زندگی گزار رہے ہیں (یعنی ان کی آمدنی ایک ڈالر روزانہ سے کم ہے)"۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: كَادَ الفقرُ اَنْ يَكُوْنَ الكُفْرا۔[2] "فقر و افلاس قریب ہے کہ کفر تک پہنچا دے"۔

اگر معاشرے میں غربت تنگدستی اور بدحالی حد سے بڑھ جائے تو پھر اسلام مالداروں سے اسوقت تک مالی اعانت کا تقاضا کرتا ہے جب تک اہل حاجت کی حاجت روائی نہ ہو جائے۔ لہٰذا ایسی صورت میں ضرورتاً یا استحساناً انفاق نافلہ واجب ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ اسلام انفرادی اور اجتماعی ملکیت کو تسلیم کرتا ہے لیکن اس میں نظم و ضبط پیدا کرنے اور اس کے غلط استعمال کو روکنے کی غرض سے چند حدود و قیود لگاتا ہے۔ مثلاً جب معاشرتی ناہمواری بڑھ جائے، غرباء کا استحصال شروع ہو جائے، لوگ بنیادی ضروریات کی اشیاء کو ترس رہے ہوں تو ان حالات میں ضرورت سے زائد اشیاء کو اپنے پاس رکھنے کا کوئی حق نہیں رہتا۔

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کہتے ہیں کہ ہنگامی حالات، سیلاب، جنگ یا زلزلے کی سی صورت در پیش ہو تو اسلام مالداروں کو اسوقت تک مالی اعانت کرنے کا حکم دیتا ہے جب تک ان حالات میں گھرے ہوئے لوگوں کو بنیادی ضروریات میسر نہ آ جائیں۔ ان حالات میں اسلامی حکومت صاحب ثروت لوگوں کو اس امر پر مجبور کر سکتی ہے کہ وہ شریعت کے عائد کردہ حقوق سے زیادہ ادا کریں (جسے ضرائب کہا جاتا ہے)، مقررہ حد سے زیادہ ملکیت نہ رکھیں یا پھر تحدید ملکیت کر دی جائے۔[3]

قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے فرمایا ہے: يَسْلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ ٱلْعَفْوَ ۔[4] "(اے محمد ﷺ) لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ فرما دیجیے جو ضرورت سے زائد ہو"۔

اگر معاشرے میں کوئی وبا پھوٹ پڑتی ہے اور حکومت اپنے تمام وسائل کو استعمال کرنے کے باوجود کامیاب نہیں ہو پا رہی تو ایسی صورت میں قرآن مجید کی تعلیم بالکل واضح ہے کہ مالدار لوگ اپنی ضرورت سے زائد دولت مستحق لوگوں کی مشکلات دور کرنے کے لیے خرچ کریں۔

ہنگامی حالات اور اسلام کی تعلیم:

اسلام بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے: إِنَّمَا ٱلْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ۔[5] "بیشک مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں"۔

آنجناب ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكَى عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالحُمّٰى۔[6] "نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تو مومنوں کو باہم رحم کرنے اور باہم محبت کرنے اور باہم شفقت کرنے میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا کہ جب ایک عضو بیمار ہو تو تمام جسم اس کی خاطر بے خوابی اور بخار میں اس کے ساتھ شریک ہوتا ہے"۔

ایسا نہیں ہو سکتا کہ کسی علاقے میں بیماری یا کسی اور وجہ سے ہنگامی حالات پیدا ہو جائیں اور اہل ثروت مومن اپنی تجوریاں بند کر کے بیٹھے رہیں۔ اگر مشکل حالات میں مالدار مسلمان بخل کا ارتکاب کرتے ہیں تو اسلامی حکومت ان کے ساتھ سختی کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

ایک غزوہ کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے، حضرت ابو سعیدؓ خدری روایت کرتے ہیں۔ مَنْ كَانَ مَعَهُ فَضْلُ ظَهْرٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا ظَهْرَ لَهُ، وَمَنْ كَانَ لَهُ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ، فَلْيَعُدْ بِهِ عَلَى مَنْ لَا زَادَ لَهُ، قَالَ: فَذَكَرَ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ مَا ذَكَرَ حَتَّى رَأَيْنَا أَنَّهُ لَا حَقَّ لِأَحَدٍ مِنَّا فِي فَضْلٍ۔[7] "جن کے پاس زائد سواری ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ اس شخص کو لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس کے پاس زائد ساز و سامان ہو اس کیلئے

ضروری ہے کہ اس شخص کو لوٹا دے جس کے پاس سامان نہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مختلف اصناف کا ذکر فرمایا حتیٰ کہ ہم سمجھے کہ کسی کو بھی ضرورت سے زائد سامان رکھنے کا کوئی حق نہیں"۔

اسلام کی تعلیمات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فاقہ کشوں کی بھوک مٹانا مرفہ الحال لوگوں پر فرض ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: أَنَّ أَصْحَابَ الصُّفَّةِ كَانُوا أُنَاسًا فُقَرَاءَ، وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَرَّةً: " مَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ اثْنَيْنِ، فَلْيَذْهَبْ بِثَالِثٍ - وَقَالَ عَفَّانُ: بِثَلَاثَةٍ - وَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ طَعَامُ أَرْبَعَةٍ، فَلْيَذْهَبْ بِخَامِسٍ سَادِسٍ " - أَوْ كَمَا قَالَ - وَأَنَّ أَبَا بَكْرٍ جَاءَ بِثَلَاثَةٍ، وَانْطَلَقَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشَرَةٍ، وَأَبُو بَكْرٍ بِثَلَاثَةٍ۔[8] "اصحاب صفہ غریب لوگ تھے، ایک بار رسول اکرم ﷺ نے فرمایا، جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ اصحاب صفہ میں سے ایک تیسرے کو بھی لے جائے، اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے چھٹے کو لے جائے جو بھی آپ ﷺ نے فرمایا، ابو بکر تین آدمیوں کو لائے، اللہ کے نبی دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے"۔

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی لکھتے ہیں کہ ہنگامی حالات میں مالک کے پاس اپنی ضروریات سے زائد مال یا کھانا وغیرہ اتنا ہو کہ دوسرے شدید حاجت مند کو شامل کیا جاسکے تو اس کی ذمہ داری ہے کہ اہل حاجت کی حاجت روائی کرے، اور اس کا کم سے کم معیار یہ ہے کہ معاشرے میں کوئی ایسا فرد باقی نہ رہے جس کی غذا، علاج، لباس اور مکان کی تکمیل نہ ہو سکے۔[9]

حضور اکرم ﷺ نے فقر وفاقہ کے خاتمے کے لیے خوشحال لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے ہدایات جاری فرمائیں تاکہ معاشرے سے محرومیوں کا خاتمہ کیا جاسکے۔ حضرت ابن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ آنجناب ﷺ نے فرمایا: مَنِ احْتَكَرَ طَعَامًا أَرْبَعِينَ لَيْلَةً، فَقَدْ بَرِئَ مِنَ اللَّهِ وَبَرِئَ اللَّهُ مِنْهُ، وَأَيُّمَا أَهْلِ عَرْصَةٍ أَصْبَحَ فِيهِمُ امْرُؤٌ جَائِعًا، فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُمْ ذِمَّةُ اللَّهِ۔[10] "جس نے چالیس دن غلہ کو بازار سے روکے رکھا وہ اللہ سے الگ ہو گیا اور اللہ اس سے الگ ہو گیا، اور جس بستی میں کوئی شخص فاقہ سے رات گزارنے پر مجبور ہوا اس کی سلامتی سے اللہ بری الذمہ ہے"۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: لَيْسَ الْمُؤْمِنُ الَّذِي يَشْبَعُ وَجَارُهُ جَائِعٌ إِلَى جَنْبِهِ۔[11] "وہ شخص مومن نہیں ہے جو پیٹ بھر کے رات گزارے اور اس کے پہلو میں اس کا پڑوسی بھوکا رہے"۔

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت کے آخری سالوں میں فرمایا: لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي مَا اسْتَدْبَرْتُ لَأَخَذْتُ فُضُولَ أَمْوَالِ الْأَغْنِيَاءِ فَقَسَمْتُهَا عَلَى فُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ۔[12] "جس بات کا آج مجھے اندازہ ہوا ہے اگر اسکا اندازہ پہلے ہو جاتا تو میں اس میں ذرا بھی تاخیر نہ کرتا۔ بلاشبہ اصحاب ثروت کی فاضل دولت لیکر فقراء و مجاہدین میں تقسیم کر دیتا"۔

حضرت علیؓ کا یہ فرمان مالدار لوگوں کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلانے کے لیے کافی ہے۔ آپؓ نے فرمایا: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى فَرَضَ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ فِي أَمْوَالِهِمْ بِقَدْرِ مَا يَكْفِي فُقَرَاءَهُمْ، فَإِنْ جَاعُوا أَوْ عَرُوا وَجَهَدُوا فَمَنَعَ الْأَغْنِيَاءُ، وَحَقٌّ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى أَنْ يُحَاسِبَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَيُعَذِّبَهُمْ عَلَيْهِ۔[13] "بے شک اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اہل ثروت پر ان کے اموال میں اس قدر حق جو ان کے فقراء کو کافی ہو۔ اگر وہ بھوکے ہوں، ننگے ہوں اور خستہ حال ہوں تو اس کا یہی سبب ہوتا ہے کہ اغنیاء اس فرض کی ادائیگی میں مانع ہیں۔ اگر اغنیاء اپنے مال میں کچھ انہیں دیں تو انہیں زیادہ محنت نہ کرنی پڑے اس حال میں کہ جب وہ بھوکے اور ننگے ہوں۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ اغنیاء کا شدید محاسبہ کرے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا"۔

اس طرح اگر مہمان کی ضیافت میں میزبان اعتناء برتے اور وہاں مہمان کے لیے کوئی چارہ کار نہ ہو تو اسلام اسے اپنی میزبانی کا حق جبراً وصول کرنے کا حق دیتا ہے۔

حضرت عائشہؓ، حسن بن علیؓ اور ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا کہ جب کوئی ان سے سوال کرتا تو فرماتے :إِنْ كُنْتَ تَسْأَلُ فِي دَمٍ مُوجِعٍ، أَوْ غُرْمٍ مُفْظِعٍ أَوْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ فَقَدْ وَجَبَ حَقُّكَ۔[14] "اگر تو اس حالت میں سوال کرے کہ دردناک عذاب کا معاملہ ہے یا ناقابل برداشت تاوان کا اور یا مہلک فقر و فاقہ کا معاملہ ہے تو اصحاب دولت پر تیرا حق واجب ہے اور فرض ہو گیا"۔

اسلام اضطراری حالات میں میزبانی کا حق جبراً وصول کرنے کا حق دیتا ہے۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں : قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنَّكَ تَبْعَثُنَا، فَنَنْزِلُ بِقَوْمٍ فَلاَ يَقْرُونَنَا، فَمَا تَرَى ؟ فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنْ نَزَلْتُمْ بِقَوْمٍ فَأَمَرُوا لَكُمْ بِمَا يَنْبَغِي لِلضَّيْفِ فَاقْبَلُوا، فَإِنْ لَمْ يَفْعَلُوا، فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ الَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ۔[15] "ہم نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ، آپ ہمیں باہر بھیجتے ہیں تو (کبھی کبھی) ہم ایسے لوگوں کے پاس ٹھہر جاتے ہیں جو ہماری میزبانی نہیں کرتے، تو آپ ﷺ نے ہم سے کہا، جب تم کسی آبادی میں جا کر ٹھہر جاؤ اور وہاں کے لوگ تمہارے لیے کچھ مہیا کر دیں جو مہمان کو ملنا چاہیے تو اسے قبول کر لو، اگر وہ ایسا نہ کریں تو مہمانی کا حق وصول کرو جو انہیں ادا کرنا چاہیے تھا"۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی (م:۶۷۶ھ) نے لکھا ہے: وَ تَأَوَّلَ الْجُمْهُوْرُ هَذَا الْحَدِيْثَ وَ اَشْبَاهَهَا عَلَى الْاِسْتِحْبَابِ وَ مَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ وَ تَأَكَّدَ حَقُّ الضَّيْفِ وَ----- تَأَوَّلَهَا الْخَطَّابِيُّ وَ غَيْرُهُ عَلَى الْمُضْطَرِ۔[16] "جمہور نے اس حدیث اور اس طرح کی اور احادیث کو استحباب، مکارم اخلاق اور مہمان کے حق میں تاکید پر محمول کیا ہے۔۔۔۔ جبکہ علامہ خطابی وغیرہ نے اس سے مضطر مراد لیا ہے۔"

اگر آدمی کے پاس اپنی ضرورت سے فاضل مال ہو تو سائل کو دینا ضروری ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: لَا يَسْأَلُ رَجُلٌ مَوْلَاهُ مِنْ فَضْلٍ هُوَ عِنْدَهُ، فَيَمْنَعُهُ إِيَّاهُ، إِلَّا دُعِيَ لَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَضْلُهُ الَّذِي مَنَعَهُ شُجَاعًا أَقْرَعَ۔[17] "کوئی آدمی اپنے دوست کے پاس آئے، اس کے فاضل مال میں سے کچھ مانگے اور وہ اسے دینے سے انکار کر دے تو قیامت کے دن اس کیلئے بڑا سانپ بلایا جائے گا جو اپنے پھن نکال کر اس فاضل چیز کے پیچھے دوڑے گا جسے دینے سے انکار کیا تھا"۔

حالت اضطرار میں اسلامی شریعت کا ضابطہ:

اگر ایک شخص کی کیفیت یہ ہے کہ اسے کھانے، پینے کی کوئی چیز نہ ملنے کی صورت میں اس کی جان جا سکتی ہے، تو ایسی صورت میں اسلام حرام کھانے کی اجازت دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔[18] "اللہ نے تمہارے لیے صرف مردار، خون اور سور کا گوشت اور وہ چیزیں حرام کی ہیں جن پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو، ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو وہ ان میں سے کوئی چیز کھائے، بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا، رحم فرمانے والا ہے"۔

ایک دوسری آیت میں اللہ رب العزت نے فرمایا :فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔[19] "البتہ جو شخص بھوک سے مجبور ہو کر ان میں سے کوئی چیز کھائے، بغیر اس کے کہ گناہ کی طرف اس کا میلان ہو، تو بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا او رمہربان ہے"۔

حرام کھانے کی اجازت کی وجہ اضطراری کیفیت ہے، لہٰذا اس اجازت کا مقصد یہ ہے کہ آدمی کی جان بچ جائے۔ عام حالات میں دوسرے کا مال بغیر اس کی مرضی کے چھین لینا بھی حرام ہے لیکن اضطراری کیفیت میں اپنی جان بچانے کیلئے آدمی کو اس کی بھی اجازت دی گئی ہے۔ کسی دوسرے فرد کے پاس اضطرار میں مبتلا فرد کی ضرورت کی چیز اس فرد کی اپنی ضرورت سے فاضل ہو اور باوجود مانگنے کے وہ نہ دے تو مضطر کو اپنی ضرورت کی چیز جبراً چھیننے کی اجازت ہے۔ اس حوالے سے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام قرطبیؒ (م: ٦٦٨ھ) رقمطراز ہیں۔ وَجُمْلَةُ الْقَوْلِ فِي ذَلِکَ أَنَّ الْمُسْلِمَ إِذَا تَعَيَّنَ عَلَيْهِ رَدُّ رَمَقِ مُهْجَةِ الْمُسْلِمِ، وَتَوَجَّهَ الْفَرْضُ فِي ذَلِکَ بِأَلَّا يَكُونَ هُنَاکَ غَيْرُهُ قضى عليه بترميق تلك المهجة الآدمية. وَكَانَ للممنوع منه ماله مِنْ ذَلِکَ مُحَارَبَةُ مَنْ مَنَعِهِ وَمُقَاتَلَتِهِ، وَإِنْ أَتَى ذَلِکَ عَلَى نَفْسِهِ، وَذَلِکَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ إِذَا لَمْ يَكُنْ هُنَاکَ إِلَّا وَاحِدٌ لَا غَيْرَ، فَحِينَئِذٍ يَتَعَيَّنُ عَلَيْهِ الْفَرْضُ. فَإِنْ كَانُوا كَثِيرًا أَوْ جَمَاعَةً وَعَدَدًا كَانَ ذَلِکَ عَلَيْهِمْ فَرْضًا عَلَى الْكِفَايَةِ. وَالْمَاءُ فِي ذَلِکَ وَغَيْرِهِ مِمَّا يَرُدُّ نَفْسَ الْمُسْلِمِ وَيُمْسِكُهَا سَوَاءٌ۔[20]

"اس مسئلے میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب ایک مسلمان پر کسی دوسرے مسلمان کی جان بچانا فرض ہو، اور یہ ذمہ داری اس پر اس طرح متعین ہو جائے کہ اس کے علاوہ کوئی فرد اس کو پورا کر سکنے والا وہاں موجود نہ ہو تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اس کی ضرورت پوری کرنے کا انتظام کرے۔ اگر ایسے آدمی کو وہ شخص بقدر ضرورت مال دینے سے انکار کرے تو اس آدمی کو اس کا حق حاصل ہے کہ اس شخص سے لڑائی کرے اور مرنے مارنے پر اتر آئے۔ خواہ اسکے نتیجے میں اسکی جان چلی جائے۔ اہل علم کے نزدیک یہ حق صرف اسی صورت میں ہے کہ وہاں صرف ایک ہی فرد ہو جو مضطر کی ضروریات کو پورا کر سکتا ہو، کوئی دوسرا موجود نہ ہو۔ تو ایسی صورت اس متعین شخص پر فرض عائد ہو جاتا ہے۔ اگر بہت سے لوگ ہوں تو ایک معتد بہ جماعت پر یہ ذمہ داری فرض کفایہ ہو جاتی ہے"۔

امام قرطبیؒ (م: ٦٦٨ھ) مزید لکھتے ہیں: وَالْمَاءُ فِي ذَلِکَ وَغَيْرِهِ مِمَّا يَرُدُّ نَفْسَ الْمُسْلِمِ وَيُمْسِكُهَا سَوَاءٌ۔[21] "اس سلسلہ میں پانی وغیرہ ساری چیزیں جو مسلمان کی جان بچانے کیلئے مددگار ہوں، یکساں حیثیت رکھتی ہیں"۔

قرطبیؒ کی عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ کسی فرض کفایہ کی ادائیگی سے جب عام لوگ غفلت برتیں تو اصحاب استطاعت کیلئے وہ فرض عین بن جاتا ہے۔ اس حوالے سے امام ابن حزم (م: ۴۵٦ھ) لکھتے ہیں: ولا يحل لمسلم اضطر ان ياكل ميتة ،او لحم خنزير و هو يجد طعام فى فضل عن صاحبه ، لمسلم او لذمى ، لان فرضا على صاحب الطعام الجائع فاذا كان ذلك كذلک فليس بمضطر الى الميتة ولا الى لحم الخنزير--- وله ان يقاتل ان ذلک فان قتل فعلى قاتله القود، وان قتل المانع فالى لعنة الله لانه منع حقا،[22] "کسی مسلمان کیلئے جو اضطرار میں مبتلا ہو جائز نہیں کہ وہ مردار یا سور کا گوشت کھالے، جب کہ اسے ایسا کھانا میسر آسکتا ہو جو کسی مسلمان یا ذمی ساتھی کی ملک میں ہے اور اس کی اپنی ضرورت سے زیادہ ہو۔ وجہ یہ ہے کہ مالک پر بھوکے کو کھانا کھلانا فرض ہے، اس بات کے پیش نظر وہ مضطر مردار یا سور کا گوشت کھانے پر مجبور نہیں۔ اسے یہ حق حاصل ہے کہ اس معاملے میں قتال کرنے پر آمادہ ہو جائے۔ اگر وہ خود قتل ہو جاتا ہے تو قاتل پر دیت واجب ہوئی، اگر مزاحمت کرنے والا قتل ہو جاتا ہے تو وہ کم بخت خدائی لعنت کا سزاوار ہوگا۔ کیونکہ اس نے ادائے حق میں مزاحمت کی"۔

جبکہ امام ابویوسف (م: ۱۸۲ھ) لکھتے ہیں :فان اصحابنا كانوا يرون القتال على الماع اذا خاف الرجل على نفسه بالسلاح اذا كان فى الماء فضل عمن هو معه، ولا يرون ذلک فى الطعام ، و يرون فى الاخذ والغضب من غير قتال،[23] "ہمارے اصحاب کے نزدیک اگر آدمی کو اپنی جان جانے کا اندیشہ

ہو تو وہ پانی حاصل کرنے کیلئے مسلح جنگ کر سکتا ہے بشرطیکہ جسکے پاس پانی ہو وہ اس کی اپنی ضرورت سے زیادہ ہو۔ کھانے کے بارے میں انکی یہ رائے نہیں ہے۔ کھانے کیلئے وہ صرف بغیر قتال چھین لینے اور غصب کر لینے کی اجازت دیتے ہیں"۔

حافظ ابن حزم (م: ۴۵۶ھ) اس رائے پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وَ يَقُوْلُوْنَ مَنْ عَطَشَ فَخَافَ الْمَوْتَ فَفَرَضَ عَلَيْهِ اَنْ يَّأْخُذَ الْمَاءَ حَيْثُ وَجَدَهٗ وَ اِنْ يُّقْتَلَ عَلَيْهِ ... فَاَيُّ فَرْقٍ بَيْنَ مَعَ اَبَاحُوْا لَهٗ مِنَ الْقِتَالِ۔[24] "ان لوگوں نے پیاس کی شدت کی وجہ سے موت سے بچنے کیلئے قتال کی اجازت دی ہے اور بھوکے یا ننگے بدن ہونے سے موت کے اندیشے سے بچنے کیلئے قتال کی اجازت نہیں دی، مگر ان دونوں حالتوں میں آخر کیا فرق ہے"۔ یہ اختلاف اسمیں نہیں کہ کھانا زبردستی چھین لینے کا حق ہے یا نہیں بلکہ صرف جنگ کرنے کے حق میں اختلاف ہے۔ اگر غور کیا جائے تو پانی اور کھانے کے درمیان اس تفریق کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ جان جانے کا اندیشہ دونوں میں ہے، شدید بھوک میں کھانے کی ضرورت ویسے ہی ہے جیسے شدید پیاس میں پانی کی۔ ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی کہتے ہیں کہ اس اصول کا اطلاق آدمی کی بنیادی ضروریات کی تکمیل کرنے والی تمام چیزوں پر ہوتا ہے جو جان بچانے کیلئے ضروری ہوں۔ مضطر کو اپنی ضرورت کی چیز بقدر ضرورت حاصل کرنے کی اجازت ہے، خواہ اسے حاصل کرنے کیلئے جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔[25]

حضور اکرم ﷺ کا عمل:

رسول اکرم ﷺ لوگوں کی غربت اور خستہ حالی دیکھ کر پریشان ہو جایا کرتے تھے۔ کتب حدیث میں قبیلہ مضر کے لوگوں کی حالت زار اور آنجناب ﷺ کا عمل بیان کیا گیا ہے۔ حضرت منذر بن جریرؓ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد نے کہا: "كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ صَدْرِ النَّهَارِ، فَجَاءَ قَوْمٌ عُرَاةٌ حُفَاةٌ مُتَقَلِّدِي السُّيُوْفِ عَامَّتُهُمْ مِنْ مُضَرَ بَلْ كُلُّهُمْ مِنْ مُضَرَ، فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لِمَا رَاٰى بِهِمْ مِنَ الْفَاقَةِ، فَدَخَلَ ثُمَّ خَرَجَ فَاَمَرَ بِلَالًا فَاَذَّنَ، فَاَقَامَ الصَّلَاةَ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ فَقَالَ: " يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا "وَ " اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ "تَصَدَّقَ رَجُلٌ مِنْ دِيْنَارِهٖ مِنْ دِرْهَمِهٖ مِنْ ثَوْبِهٖ مِنْ صَاعِ بُرِّهٖ مِنْ صَاعِ تَمْرِهٖ، حَتّٰى قَالَ: وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ، ---حَتّٰى رَاَيْتُ وَجْهَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ يَتَهَلَّلُ كَاَنَّهٗ مُذْهَبَةٌ "۔[26]

"ہم صبح سویرے رسول اکرم ﷺ کے ساتھ تھے، کچھ لوگ آئے جو کہ ننگے پاؤں اور ننگے بدن تھے اور انہوں نے اپنی تلواریں (اپنی گردنوں کے گرد) لٹکائی ہوئی تھیں، ان میں سے اکثر بلکہ سب ہی قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے تھے۔ جب رسول اکرم ﷺ نے انہیں غربت کی حالت میں دیکھا تو آپ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ آپ ﷺ (اپنے گھر) گئے پھر باہر تشریف لائے اور بلالؓ کو آذان اور اقامت کا حکم دیا۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھائی اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: " لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت برآری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے" اور فرمایا، "اللہ رب العزت کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر شخص کو یہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل کے لیے کیا بھیجا ہے"۔ پس لوگوں نے صدقہ دینا شروع کیا، کسی نے دینار، کسی نے درہم، کسی نے کپڑے، کسی نے صاع گندم، کسی نے صاع کھجور۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا خواہ ایک کھجور ہی ہو۔۔۔۔ اور میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ (خوشی سے) سونے کی طرح چمک رہا تھا"۔

صحابہ کرامؓ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو آنجناب ﷺ نے ان کی معاشی پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کیا۔ یہ تاریخ انسانی کا ایک نہایت ہی تابناک کارنامہ ہے۔

حافظ ابن قیم (م: ۷۵۱ھ) زاد المعاد میں لکھتے ہیں: ثُمَّ آخى رَسُوْلُ الله ﷺ بَيْنَ الْمُهَا جِرِيْنَ وَالْاَنْصار فِي دَارِ اَنسِ بن مَالک، وَكَانُو تِسْعِيْنَ رجلاً، نِصْفُهُمْ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَنِصْفُهُمْ مِنَ الْاَنْصَارِ، آخى بَيْنَهُمْ عَلَى الْمَوَاسَاةِ۔[27] "رسول اللہ ﷺ نے حضرت انسؓ کے مکان میں مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کروایا۔ کل نوّے آدمی تھے۔ آدھے مہاجرین اور آدھے انصار۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے"۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مواخات مدینہ کا تذکرہ یوں کیا ہے: إِنَّ ٱلَّذِينَ آمَنُواْ وَهَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ وَٱلَّذِينَ آوَواْ وَّنَصَرُوٓاْ أُوْلَٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔[28] "بیشک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان لوگوں کو پناہ دی اور مدد کی وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی (دوست) ہیں"۔

ہنگامی حالات وانتہائی تنگی وعسرت کے بارے میں فقہاء کی آراء:

فقہاء اسلام کی رائے ہے کہ اگر ریاست میں ہنگامی حالات پیدا ہو جائیں یا غربت بڑھ جائے تو حکومت مالدار لوگوں سے حسب ضرورت دولت وصول کر سکتی ہے۔ حافظ ابن حزم (م: ۴۵۶ھ) لکھتے ہیں: وَفُرِضَ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ مِنْ أَہْلِ كُلِّ بَلَدٍ أَنْ يَقُومُوا بِفُقَرَائِهِمْ، وَيُجْبِرُہُمْ السُّلْطَانُ عَلَى ذَلِکَ، إنْ لَمْ تَقُمْ الزَّكَوَاتُ بِهِمْ، وَلَا فِي سَائِرِ أَمْوَالِ الْمُسْلِمِينَ، فَيُقَامُ لَہُمْ بِمَا يَأْكُلُونَ مِنْ الْقُوتِ الَّذِي لَا بُدَّ مِنْہُ، وَمِنْ اللِّبَاسِ لِلشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ بِمِثْلِ ذَلِکَ، وَبِمَسْكَنٍ يُكِنُّهُمْ مِنْ الْمَطَرِ، وَالصَّيْفِ وَالشَّمْسِ، وَعُيُونِ الْمَارَّةِ۔[29] "اور ہر ایک شہر یا ملک کے اغنیاء پر لازم ہے کہ وہ فقراء کی ضروریات پورا کریں اور بادشاہ وقت ان کو ایسا کرنے پر مجبور کرے۔ اور یہ اس وقت ہے جب نہ تو زکوٰۃ کا مال اور نہ ہی دوسرے مسلمانوں کے اموال، فقراء کی ضروریات کی کفایت کر سکیں۔ ان کی ضروریات میں زندگی کی بقاء کیلئے ضروری کھانا، سردیوں اور گرمیوں کا لباس اور ایسا گھر جو بارش کے پانی سے محفوظ ہو اور اس میں سورج کی گرمی بھی تنگ نہ کرے، اور لوگوں کا اس سے گزرنے کا راستہ بھی نہ ہو جس سے صاحب گھر کو پریشانی ہو"۔

اسی طرح امام غزالی (م: ۵۰۵ھ) حالت جنگ میں مالی ذمہ داریوں کے حوالے سے رقمطراز ہیں۔ أَمَّا إِذَا خَلَتْ الْأَيْدِي مِنْ الْأَمْوَالِ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ مَالِ الْمَصَالِحِ مَا يَفِي بِخَرَاجَاتِ الْعَسْكَرِ وَلَوْ تَفَرَّقَ الْعَسْكَرُ وَاشْتَغَلُوا بِالْكَسْبِ لَخِيفَ دُخُولُ الْكُفَّارِ بِلَادَ الْإِسْلَامِ أَوْ خِيفَ ثَوَرَانُ الْفِتْنَةِ مِنْ أَہْلِ الْعَرَامَةِ فِي بِلَادِ الْإِسْلَامِ، فَيَجُوزُ لِلْإِمَامِ أَنْ يُوَظِّفَ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ مِقْدَارَ كِفَايَةِ الْجُنْدِ، ثُمَّ إِنْ رَأَى فِي طَرِيقِ التَّوْزِيعِ التَّخْصِيصَ بِالْأَرَاضِي فَلَا حَرَجَ؛ لِأَنَّا نَعْلَمُ أَنَّهُ إِذَا تَعَارَضَ شَرَّانِ أَوْ ضَرَرَانِ قَصَدَ الشَّرْعُ دَفْعَ أَشَدِّ الضَّرَرَيْنِ وَأَعْظَمِ الشَّرَّيْنِ وَمَا يُؤَدِّيهِ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ قَلِيلٌ بِالْإِضَافَةِ إِلَى مَا يُخَاطِرُ بِهِ مِنْ نَفْسِهِ وَمَالِهِ لَوْ خَلَتْ خُطَّةُ الْإِسْلَامِ عَنْ ذِي شَوْكَةٍ يَحْفَظُ نِظَامَ الْأُمُورِ وَيَقْطَعُ مَادَّةَ الشُّرُورِ۔[30] "جب فوج کے ہاتھ اموال سے خالی ہو جائیں اور ملکی خزانے میں اتنا مال نہ ہو کہ جس سے فوج کے اخراجات برداشت کیے جا سکیں، اور لشکر بھی منتشر ہو کر کسب رزق میں مشغول ہو جائے اور اس بات کا بھی ڈر ہو کہ اسلامی مملکت میں دشمن داخل ہو کر حملہ کر دے گا، اہل شہر سے کسی فتنہ اٹھنے کا اندیشہ ہو، تو ایسی حالت میں حاکم وقت کیلئے جائز ہے کہ وہ اغنیاء پر لازم کر دے کہ وہ فوج کے اخراجات کے برابر اپنے مال قومی خزانے میں دے دیں۔ پھر اگر وہ زمین کے لحاظ سے مخصوص تقسیم کر دے تو اس پر کوئی حرج نہیں، کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ جب دو نقصان اکٹھے ہو جائیں تو شریعت ان دونوں نقصانوں میں سے

جو زیادہ بڑا نقصان ہوتا ہے اس کو دور کرتی ہے۔ پس ایسے حالات میں اغنیاء سے مال لینا ان کیلئے خسارہ ہے، لیکن وہ نقصان جو دشمن کی وجہ سے ملک کو پہنچے گا وہ نقصان اس سے بڑا ہے۔ لہٰذا بڑے خسارے سے بچنے کیلئے اغنیاء سے مال لے کر افواج کے اخراجات کو پورا کیا جائے گا"۔

اس حوالے سے علامہ شاطبیؒ (م: ۷۹۰ھ) فرماتے ہیں۔ إِنَّا إِذَا قَرَّرْنَا إِمَامًا مُطَاعًا مُفْتَقِرًا إِلَى تَكْثِيرِ الْجُنُودِ لِسَدِّ الثُّغُورِ وَحِمَايَةِ الْمُلْكِ الْمُتَّسِعِ الْأَقْطَارِ، وَخَلَا بَيْتُ الْمَالِ وَارْتَفَعَتْ حَاجَاتُ الْجُنْدِ إِلَى مَا لَا يَكْفِيهِمْ، فَلِلْإِمَامِ - إِذَا كَانَ عَدْلًا - أَنْ يُوَظِّفَ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ مَا يَرَاهُ كَافِيًا لَهُمْ فِي الْحَالِ، إِلَى أَنْ يَظْهَرَ مَالُ بَيْتِ الْمَالِ۔[31] "جب ہم کسی ایسے حاکم کا انتخاب کرتے ہیں جسکی اطاعت کی جائے، اور وہ حاکم فتنوں کو ختم کرے اور وسیع مملکت کی حفاظت کیلئے بہت زیادہ افواج کا محتاج ہو، اور بیت المال بھی خالی ہو جائے اور افواج کے اخراجات بھی بڑھ جائیں تو ایسی حالت میں عادل حاکم کیلئے ضروری ہے کہ وہ اغنیاء پر لازم کرے کہ وہ افواج کے اخراجات کو پورا کرنے کیلئے اموال دیتے رہیں، جب تک بیت المال میں کسی طرف سے مال نہ آجائے"۔

علامہ شاطبیؒ نے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ ریاست کو محصول عائد کرنے کے بجائے اپنی بڑھتی ہوتی ضروریات پوری کرنے کیلئے قرض کیوں نہیں لینا چاہیے، ایسا جواب مرحمت فرمایا ہے اگر آج بھی اختیار کر لیا جائے تو ہماری معاشی تعمیر و ترقی کی ضمانت بن سکتا ہے ۔وہ لکھتے ہیں: وَلِاسْتِقْرَاضِ فِي (الازمات) اِنَّمَا يَكُوْنُ حَيْثُ (يرجى) لِبَيْتِ الْمَالِ دَخْلٌ يَنْتَظِرُ اَوْ يُرْتَجِيْ وَ اِمَّا اِذَا لَمْ يُنْتَظَرْ شَيْئٌ وَ ضَعُفَتْ وُجُوْهُ الدَّخْلِ (بحيث) لَا يُغْنِيْ كَبِيْرُ شَيْئٍ فَلَا بُدَّ مِنْ جِرْيَانِ حُكْمِ التَّوْظِيْفِ۔[32] "ضرورت کے موقع پر قرض لینا اسی صورت میں مناسب ہوتا ہے جب بیت المال کو آمدنی متوقع ہو، جب کسی آنے والی رقم کا انتظار نہ ہو اور آمدنی کے ذرائع محدود ہوں، اور ان سے زیادہ رقم کی توقع نہ ہو تو مزید محاصل عائد کرنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں"۔

یعنی قرض کی تعبیر اسی وقت کارگر ہو سکتی ہے جب ضرورت عارضی ہو۔ مستقل اور روزافزوں ضروریات کی تکمیل کیلئے ذرائع میں مستقل اضافے کی ضرورت ہے۔ حنفی فقہاء میں سے امام السرخسی (م: ۴۸۳ھ) اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ مَالٌ وَ مَسَّتِ الْحَاجَةُ اِلٰى تَجْهِيْزِ الْجَيْشِ لِيَذُبُّوْا عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَهٗ اَنْ يَّحْكُمَ عَلَى النَّاسِ بِقَدْرِ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ لِذٰلِكَ لِاَنَّهٗ مَاْمُوْرٌ بِالنَّظْرِ لِلْمُسْلِمِيْنَ۔[33] "اگر بیت المال میں مال موجود نہ ہو اور مسلمانوں کا دفاع کرنے کیلئے لشکر تیار کرنے اور سامان جنگ پیش کرنے کی ضرورت پیش آجائے، تو امام کو اختیار ہے اس مقصد کے لیے جتنے مال کی ضرورت ہو وہ لوگوں پر محصول عائد کر کے وصول کرے۔ وجہ یہ ہے کہ امام کو مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے"۔

وہ ضروریات جنگی تکمیل کیلئے حکمران کو مزید محاصل عائد کرنے کا اختیار ہے، وہ صرف دفاعی اخراجات اور کفالت عامہ تک محدود نہیں بلکہ الماوردی (م: ۴۵۰ھ) نے ان مصارف میں توسیع کرتے ہوئے لکھا ہے: "شہر کی چار دیواری، مساجد، نہروں کی مرمت اور تعمیر کے سلسلے میں شہر کے باشندوں سے حسب استطاعت مالی اور جسمانی خدمات حاصل کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ امور انکے لئے فرائض کفایہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اور اس اصول کے تحت اگر بیت االمال سے شہر میں باہر سے آنے والے مسافروں کی ضرورت نہ پوری کی جا سکتی ہو تو شہر والوں سے اس کام کیلئے مال وصول کیا جائے گا"۔[34] اس بحث کے حوالے سے علامہ قرطبیؒ (م: ۶۶۸ھ) نے اجماع نقل فرمایا ہے۔ وَاتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّهُ إِذَا نَزَلَتْ بِالْمُسْلِمِينَ حَاجَةٌ بَعْدَ أَدَاءِ الزَّكَاةِ فَإِنَّهُ يَجِبُ صَرْفُ الْمَالِ إِلَيْهَا۔[35] "اور اس بات پر علماء کا اتفاق ہے کہ زکوۃ کی ادائیگی کے بعد جب مسلمان کسی جبر کے محتاج ہوں تو پھر مال کو اس حاجت و ضرورت کیلئے صرف کرنا واجب ہے"۔

رہی یہ بات کہ اوائل اسلام فقہاء سے اس قسم کا کوئی قول کیوں منقول نہیں تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام شاطبیؒ (م: ۷۹۰ھ) کہتے ہیں۔
وَإِنَّمَا لَمْ يُنْقَلْ مِثْلُ هَذَا عَنِ الْأَوَّلِينَ لِاتِّسَاعِ مَالِ بَيْتِ الْمَالِ فِي زَمَانِهِمْ بِخِلَافِ زَمَانِنَا، فَإِنَّ الْقَضِيَّةَ فِيهِ أَحْرَى، وَوَجْهُ الْمَصْلَحَةِ هُنَا ظَاهِرٌ۔[36] "یہ بات اسلام کے اولین زمانے میں نہیں کی گئی کیونکہ ان کے زمانے میں بیت المال بہت وسیع ہوتا تھا جبکہ ہمارے زمانے میں ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ بلکہ اب یہ مسئلہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اس میں مصلحت بھی واضح ہے"۔

علامہ غلام رسول سعیدی (م: ۱۴۳۷ھ) تفسیر تبیان القرآن میں لکھتے ہیں: "شریعت کا مسلمہ اصول ہے کہ فرض اور واجب کا مقدمہ فرض اور واجب ہوتا ہے، یعنی جس کام پر کوئی واجب کام موقوف ہو تو وہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔ آج کی مہذب دنیا میں ملکی و قومی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے حکومت جو ٹیکس لگاتی ہے اس کا عائد کرنا واجب ہے، اور عام مسلمانوں پر اس کی ادائیگی بھی واجب ہے۔ کیونکہ ملکی و قومی ضروریات کا پورا ہونا ان ٹیکسز کے نفاذ اور ادائیگی پر موقوف ہے، لہٰذا یہ دونوں امور واجب ہیں"۔[37]

حاصل بحث:

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہے کہ اسلامی ریاست کے حکمران کا فقراء، مساکین و محروم المعیشت افراد کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے، ملکی دفاع، رفاہ عامہ اور شعائر اسلام کی ترویج کے لئے بقدر ضرورت مال داروں پر صدقات واجبہ کے علاوہ مزید محاصل عائد کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ محاصل حکمرانوں کی عیاشیوں کے لئے نہ ہوں بلکہ بنیادی ضروریات کو ترستے ہوئے انسانوں کیلئے، ہنگامی حالات سے نمٹنے کیلئے اور احیائے اسلام کیلئے ہوں۔ ایسی صورت میں اغنیاء پر لازم ہے کہ وہ عادل حکمران کے عائد کردہ مزید محاصل (tax) ادا کریں۔ بصورت دیگر وہ مجرم و گناہ گار ہوں گے، کیونکہ اطاعت اولی الامر واجب ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ۔[38] "اے ایمان والو: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور انکی جو تم میں سے صاحب امر (حکمران) ہوں"۔

اسلام کے تصور مال و ملکیت کے مطابق تمام مال کا مالک اللہ تبارک و تعالیٰ ہے، اور انسان کی حیثیت محض امین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا خلیفہ ہونے کی بنیاد پر مختار بنایا ہے اور اسکی ملکیت اسی صورت میں ہی جائز قرار پائے گی جب وہ اپنے مال سے پوری دیانت داری سے عائد کردہ مالی حقوق ادا کرے گا۔ ان حقوق کا تعلق وبائی امراض کے چیلنج، ملکی ترقی و دفاع، احیائے اسلام، فقراء و مساکین کی بنیادی ضروریات کی فراہمی، باہم اخوت و بھائی چارگی کے فروغ، دولت و وسائل کی گردش اور معاشی تفاوت کے خاتمے کے ساتھ ہے۔

علاوہ ازیں اگر ہنگامی حالات ہوں تو مندرجہ بالا بحث میں ائمہ فقہاء اور آثار صحابہ سے یہ بات واضح کی گئی کہ اگر بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے زکوۃ اور دوسرے مالی قوانین سے حاصل ہونے والے مال ناکافی ہوں، یا پھر اضطراری حالات ہوں، اس صورت میں مالدار لوگوں کے اموال میں سے اس قدر مال لے لیا جائے جس سے اضطراری حالات ختم ہو جائیں یا پھر بنیادی ضروریات پوری ہو جائیں ۔ بلاشبہ اسلام ذاتی ملکیت کا حق دیتا ہے لیکن ملکیت خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی، حیات انسانی کی بقاء کیلئے ہے۔ اور جب بقا ہی خطرے میں پڑ جائے تو میری اور تیری کی ساری حد بندیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ مالدار لوگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اموال فاضلہ سے خود سے حکومت کا ہاتھ بٹائیں اور اہل اضطرار کی ضروریات کو پورا کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسی قانون سازی کریں جس سے وہ اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے پر مجبور ہو جائیں۔

حوالہ جات

[1] https://www.who.int/hdp/poverty/en/,dated:4-3-2020

[2] بیہقی، ابو بکر، احمد بن حسین، شعب الایمان، مکتبہ الرشد، ریاض، س۔ن، رقم: ۹،۱۲/۶۱۸۸

[3] محمد طاہر القادری، ڈاکٹر، اقتصادیات اسلام، منہاج القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص ۳۹۰۔۳۹۱

[4] البقرۃ: ۲۱۹

[5] الحجرات: ۱۰

[6] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبھائم، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۱۹ھ، ح: ۶۰۱۱

[7] القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب اللقطہ، باب استحباب المواساۃ بفضول المال، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۱۹ھ، ح: ۱۷۲۸

[8] احمد بن حنبل، مسند احمد، المکتبہ الاسلامی بیروت، لبنان، 1398ھ، ح: ۱۷۰۴، ۲۳۱/۳

[9] صدیقی، محمد نجات اللہ، ڈاکٹر، اسلام کا نظریہ ملکیت، اسلامی پبلیکیشنز، لاہور، س۔ن، ۲۶۵/۲

[10] حاکم، ابو عبد اللہ نیساپوری، المستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، دارالحرمین للطباعۃ والنشر والتوزیع، ۱۴۱۷ھ، ح: ۲۲۱۸

[11] بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین، السنن الکبریٰ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۴ھ، ح: ۱۹۶۶۸

[12] ابن حزم، علی بن احمد بن سعید الاندلسی، المحلیٰ لابن حزم، دارالفکر بیروت، لبنان، س۔ن، ۱۵۸/۶

[13] مرجع سابق

[14] مرجع سابق

[15] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب اکرام الضیف، ح: ۶۱۳۷

[16] نووی، یحییٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی، بیروت، س۔ن، ۳۱/۱۲

[17] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۲۰ھ، ح: ۵۱۳۹

[18] البقرۃ: ۱۷۳

[19] المائدۃ: ۳

[20] القرطبیؒ، ابو عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، س۔ن، ۲/۲۲۶

[21] مرجع سابق، ۲۲۲/۱

[22] ابن حزم، المحلیٰ، ۱۵۹/۶

[23] ابو یوسف، محمد بن یعقوب، کتاب الخراج، مطبع سلفیہ، قاہرہ، ۱۳۲۶ھ، ص: ۱۱۶

[24] ابن حزم، المحلیٰ، ۱۵۹/۶

[25] صدیقی، اسلام کا نظریہ ملکیت، ۲۷۹/۲

[26] النسائی، ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب، السنن، دارالسلام للنشر والتوزیع، الریاض، ۱۴۲۸ھ، ح: ۲۵۵۵

[27] ابن قیم، ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر، زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، لبنان، ۱۴۲۱ھ، ۵۶/۳

28 الانفال: ۷۲

29 ابن حزم، المحلیٰ، ۴/۲۸۱

30 غزالی، ابو حامد محمد بن محمد، المستصفی من علم الفصول، مطبعہ امیریہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۲۲ھ، ۱/۱۷۸

31 شاطبیؒ، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ، الاعتصام، مطبع المنار، مصر، س۔ن، ۲/۲۸۹۔۲۹۵

32 مرجع سابق

33 السرخسی، شمس الدین محمد بن احمد، المبسوط، مطبع السعادۃ، مصر، ۱۳۳۱ھ، ۲۰/۱۰

34 الماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب، الاحکام اللسلطانیہ، مطبع المحمودیہ، مصر، س۔ن، ص: ۲۱۳۔۲۱۴

35 القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، ۲/۲۴۲

36 شاطبیؒ، الاعتصام، ۲/۶۹۵۔۶۹۸

37 سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن، فرید بک سٹال، لاہور، ۱۴۳۰ھ، ۷/۱۲۹

38 النساء: ۵۹

REFERENCES

1. https://www.who.int/hdp/poverty/en/,dated:4-3-2020
2. Bayhaqi, Abu Ahmed bin Hussein, Shu'ab,Maktba alrshd, Riyadh, (n.d), 6188,9 / 12
3. Al-Qadri,Mohammad Tahir, Iqtisadiyyat Islam, Minhaj-ul-Quran Publications, Lahore, 2011, p. 390-391
4. Al-Baqarah:219
5. Al-Hujurat:10
6. Bukhari, Mohammad bin Ismail, al Jam‘I al sahih,Kitab al-Adab, Bab Rahmat annas wal bahaim,Dar-ul-salam linnashar wal-touze‘e, Riyadh, 1419 AH, H: 6011
7. Al-Qushairi, Muslim bin Hajjaj, al Jam‘I al sahih, kitab al-luqtah, Bab istaihbab al-mawasaat bi fazool al-maal, Dar-ul-salam linnashar wal-touze‘e, Riyadh, 1419 AH, H: 1728
8. Ahmad bin Hanbal, Musnad, almaktabah al-Islami, Beirut, Labanon, 1398 AH, H: 1704,3 / 231
9. Siddiqui, Mohammad Nejatullah, Doctor, Islam-Ka-Nazriya-e-Malkiyat, Islamic Publications, Lahore, (n.d), 2/265
10. Hakim, Abu Abdullah Nysapury, Al-Mustadrak Al-Sahihain, Kitab al-byu‘a, Dar-Alharmain liltabah wnnashar wal-touze‘e, 1417 AH,H: 2218
11. Bayhaqi, Abu Bakar Ahmed bin Hussein, alsunan al-Kubra, Dar al-kutub al-ilmiah, Beirut, 1424 AH, H: 19668
12. Ibn Hazam, Ali bin Ahmed bin Saeed Al-Undlasi, al-mohalla Li-ibn-e-Hazam, dar-alfikr Beirut, Lebanon, (n.d), 6/158
13. Ibid
14. Ibid
15. Bukhari, Al-Jami 'Al-Sahih, Kitab Al-Adab, Bab Ikram Al-Daif, H: 6137
16. Al-Nawawi, Yahya bin Sharaf, Sharah Sahih Muslim, Dar aihya Al-Torath Al-Arabi Press, Beirut, (n.d), 12/31
17. Abu Daud, Sulaiman bin Ashath, Sunan Abi Dawud, Dar-ul-salam linnashar wal-touze‘e, Riyadh, 1420 AH, H: 5139
18. Al-Baqarah: 173

19. Al-Maidah: 3
20. Al-Qurtubi, Abu Abdullah Muhammad Bin Ahmad Al-Ansari, Al-Jam‘i Li ahkam Al-Quran, Maktab Rashidia Quetta, (n.d) 2/226
21. Ibid, 1/222
22. Ibn Hazam, Al-Mohallah, 6/159
23. Abu Yusuf, Muhammad ibn Ya'qub, Kitab al-Kharaj,Matb‘a Salafiya, Cairo, 1326 AH, p.116
24. Ibn Hazam, Al-Mohallah, 6/159
25. Siddiqui, Islam-Ka-Nazriya-e-Malkiyat, 2/279
26. Nasai, Abu Abdul Rahman Ahmed bin Shoib, al sunan, Dar-ul-salam linnashar wal-touze‘e, Riyadh, 1428 AH, H: 2555
27. Ibn Qayyim, Abi Abdullah Muhammad ibn Abi Bakr, Zad al-Ma'ad fi Hady Khair al-Ibad, Moassaisah Al-Risalah, Beirut, Lebanon 1421 AH, 3/56
28. Al-Anfal: 72
29. Ibn Hazam, Al-Mohallah, 4/281
30. Ghazali, Abu Hamid Muhammad ibn Muhammad,Al-Mustasfa min Ilm-il-Fusul,Matb‘a Ameria Kubra Bolaq,Egypt,1322 AH, 1/178
31. Shatibi, Abu Ishaq Ibrahim bin Musa, Al-Eitesam,Matb‘a Al-Manar, Egypt, (n.d), 2/289.295
32. Ibid
33. Al-Sarakhsi, Shams al-Din Muhammad ibn Ahmad, Al-Mabsoot,Matb‘a Al-Sa‘adah, Egypt, 1331 AH, 10/20
34. Al-Mawardi, Abu Al-Hasan Ali Bin Muhammad Bin Habib, Al-Ahkam Al-Sultania, Matb‘a Al-Mahmudia, Egypt, (n.d), p. 213-214
35. Al-Qurtubi, Al-Jam‘i li-Ahkam Al-Quran, 2/242
36. Shatibi, Al-Etesam, 2/695.698
37. Saeedi, Ghulam Rasool, Tibyan-ul-Quran, Fareed Book Stall, Lahore, 1430 AH, 7/129
38. An-Nisa: 59

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)